بقائے نسل کی نگہداشت

(فرمودہ ۲۰- نومبر ۱۹۲۰ء)

۲۰- نومبر ۱۹۲۰ء بعد از نماز مغرب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کا نکاح مہرالنساء بیگم بنت امیر محمد خان صاحب سے ایک ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

کائنات عالم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بقاء نوع کی خواہش موجودات کا فطرتی تقاضا ہے ان میں سے خاص کر وہ موجودات جو معرض زوال میں ہیں ان کے اندر ایسی قوتیں اور خواہشیں موجود ہیں اور انہیں اس جستجو میں لگائے رکھتی ہیں کہ وہ ایسے ذرائع مہیا کریں جن سے ان کی ذات کسی نہ کسی صورت میں قائم رہے۔ جمادات کے باریک در باریک خواص کا ابھی تک ہم نے کماحقہ احاطہ نہیں کیا اور نہ ہمارا موجودہ علم ہمیں اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہم ان جمادات کے اندر کسی قسم کے احساسات کے پائے جانے سے انکار کریں۔ نہ معلوم آئندہ تحقیق ان کے متعلق کیا ظاہر کرے گی۔ مگر باوجود اس علمی نقص کے ہم اس سے انکار نہیں کرسکتے کہ ان میں بھی بقاء نوع کا سلسلہ موجود ہے اور ان میں ایسی قوتیں ہیں جو ان کی نوعیت کو محفوظ رکھتی ہیں۔ کوئی قوت بھی ان کی نیست و نابود نہیں ہوتی بلکہ ایک دوسرے وجود میں منتقل ہو جاتی ہے۔

پھر نباتات کو لو۔ ان میں بھی ہمیں یہ نظارہ ملے گا۔ کہ ہر ایک درخت اپنی ذات کو ایک بیج

کے مادے اور شکل میں منتقل کرکے اسے محفوظ رکھنے کی پوشیدہ قوت رکھتا ہے اور خالق قدرت نے اس بیج کو پھر اس درخت جیسی شکل و صورت میں ظاہر ہونے کے لئے قسم قسم کے سامان پیدا کردیئے ہیں۔ موجودہ علم نے نباتات کے متعلق بحث و تحقیق کرتے ہوئے آخر یہ ثابت کردیا ہے کہ ان میں بھی حیوانات کے سے احساسات و انفعالات موجود ہیں۔ پس یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ خود درختوں کی طبیعت میں بھی یہ مخفی تقاضا پایا جاتا ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو باقی رکھیں۔

حیوانات میں بھی ہم یہی مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ حیوان حتیٰ کہ ایک کیڑا بھی یہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کی نوع باقی رہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے باقی رکھنے کے لئے اسباب موجود کردیئے ہیں۔

اس عام قانون فطرت کے ماتحت انسان میں بھی یہ خواہش لگی ہوتی ہے کہ وہ اپنی ذات کو ایک دوسرے وجود میں منتقل کرکے اسے دنیا میں باقی رکھے خواہ کوئی انسان اسے محسوس کرے یا نہ کرے۔ کوئی بھی ایسا فرد بشر نہیں ہے۔ جس میں بقاء نسل کی خواہش نہ ہو۔ ضرور ہر ایک انسان چاہتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں اپنی آنکھوں سے اپنی ذات کو کسی دوسری ہستی میں منتقل شدہ دیکھ لے اور یہ خواہش اس میں ایسی قوی اور مستحکم ہے کہ بعض وقت اس کے پورا کرنے کی خاطر اسے اعلیٰ کو ادنیٰ کے لئے قربان کرنا پڑتا ہے۔

دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی بچہ موت کے خطرے میں آجاتا ہے تو اس کے والدین اس کو بچانے کے لئے اپنے آپ کو اس خطرہ میں ڈال دیتے ہیں۔ خود ہلاک ہوجائیں گے لیکن یہ دیکھنا کبھی گوارہ نہ کریں گے کہ وہ بچہ جو کل کو ان کی بقاء نوع کا ذریعہ ہے موت کا شکار ہوجائے۔ بارہا واقعات سننے میں آئے ہیں کہ ماؤں نے اپنے بچوں کو بچانے کے لئے اپنے آپ کو دریا میں یا آگ میں پھینک دیا۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ خواہش انسان میں کس قدر زبردست ہے۔ یہاں تک کہ اس کے پورا کرنے کے لئے اپنی ہستی بھی ہیچ ہے۔ جن بچوں کو بچانے کے لئے والدین نے اپنے آپ کو ہلاک کیا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ بچے بچ کر زندہ بھی رہیں گے یا زندہ رہ کر اپنے والدین سے اعلیٰ اور قابل ہوں گے۔ تاہم صرف ایک خیال اور امید کی بناء پر والدین جو کہ موجودہ حالت میں اپنی اولاد سے اعلیٰ تھے قربان ہوگئے۔ یہ ہمیشہ ضروری نہیں کہ ادنیٰ اعلیٰ کے لئے قربان ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ ایک اعلیٰ شئے

ادنیٰ چیز کی خاطر قربان کرنی پڑتی ہے کہ بعض وقت یہ بھی یقینی طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ ان میں سے اعلیٰ کون ہے اور ادنیٰ کون۔ اور باوجود اس کے ایسی راہ اختیار کرنی پڑتی ہے جس سے بقاء نوع کی امید بر آسکے۔

نہ صرف انسان میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بقاء نسل کے لئے جان جوکھوں میں ڈالتا ہے اور مصیبتیں جھیلتا ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ حیوان بھی انسان سے کچھ کم جانفشانی نہیں دکھاتے۔ ایک مرغی کو دیکھئے کہ جونہی اس سے کئی درجہ زبردست پرندہ یا درندہ اس کے بچوں کو اٹھالے جانے کے لئے جھپٹا مارتا ہے تو فوراً پروں کو پھیلاتی اور غصے سے جھنجلا کر شوروغل مچاتی ہوئی اس پر حملہ کردیتی ہے حالانکہ وہ اس دشمن کے مقابلہ میں نہایت ہی کمزور ہوتی ہے۔ اور غالباً اپنے اس مقابلہ میں خود ہی شکار ہو جاتی ہے یا بچوں کو اس کے منہ سے چھڑا نہیں سکتی مگر وہ جتنا کہ اس سے ہو سکتا ہے ان کی سلامتی کے لئے جدوجہد کرتی ہے اور اسے اپنی جان کی مطلق پروا نہیں ہوتی۔

غرض اس قسم کے مشاہدات ہمیں بتلاتے ہیں کہ بقاء نسل کی اہمیت کا احساس حیوانات میں کس قدر قوی ہے۔ انسان بھی اس تقاضا فطرتی میں ان کے شریک حال ہے لیکن ان میں اور اس میں ایک فرق ہے کہ حیوانات اپنے طبعی خواص اور قویٰ اور افعال وغیرہ میں ہو بہو اپنی نسلوں میں منتقل کرکے ان کی کماحقہ حفاظت کرتے ہیں اور وہ بار امانت جس کے متعلق قرآن شریف میں آیا ہے کہ زمین و آسمان نے فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ [1] اس میں خیانت کرنے سے انکار کیا۔ انسان نے اس میں خیانت کی اور اس کو ادا نہیں کیا۔ سب کائنات اپنے مقررہ افعال اور واجبات کو اپنی طبیعت کے موافق ادا کر رہے ہیں اور ان کے ساتھ انسان بھی جہاں تک اس کی طبعی شہوات کا تعلق ہوتا ہے وہ اپنے واجبات کو سمجھتا ہے اور انہیں ادا کرتا ہے مگر شہوات کے تقاضوں کو اس طرح پر ادا کرنا کوئی خوبی نہیں۔ یہ ایک طبعی فعل ہے جو ایک پتھر بھی کر رہا ہے لیکن جہاں کہ عقل و فکر اور اخلاق و تقویٰ کا تعلق ہے وہاں انسان اس الٰہی امانت کو ادا نہیں کرتا بلکہ اس میں خیانت کرتا ہے یعنی اسے اس بات کی مطلق پرواہ نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے جو اعلیٰ قویٰ اس کو دیئے ہیں جو علم و معرفت اسے عطا کی ہے اور جو اخلاق فاضلہ کے متعلق اسے ادراک دیا ہے اور جو تقویٰ کے اصول و قواعد سکھلائے ہیں ان کو بھی کماحقہ اپنی اولاد تک پہنچانے کی فکر و کوشش کرے۔ وہ صرف

اپنی شہوات نفسانی پر اکتفا کر کے اصل مقصد زندگانی کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ یہ وہ خیانت ہے جس کا انسان مرتکب ہوتا ہے اور یہ خیانت اس سے کئی طریق سے سرزد ہوتی ہے۔

اول یہ کہ وہ اپنی خداداد استعدادات اور طاقتوں کو اعمال صالحہ کی آبپاشی سے مثمر نہیں بناتا یا بد اعمالی سے انہیں بگاڑ کر ان کا ستیاناس کر دیتا ہے اور اس طرح اس کی وہ استعدادیں اور قوتیں اس کی اولاد میں اول تو پورے طور پر منتقل نہیں ہوتیں اور اگر ہوتی ہیں تو مسخ شدہ فاسد صورت میں ہوتی ہیں۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ اس میں انہی قوتوں اور اعلیٰ اخلاق کا بیج صحیح سالم موجود ہے اور اس بیج میں عملی تقویٰ کی روح بھی محفوظ ہے مگر وہ جس زمین کو اختیار کرتا ہے بالکل ناقص ہوتی ہے اور یہاں تک کہ بیج بھی اس میں پڑ کر خاک ہو جاتا ہے۔ صرف باپ کی اپنی ہی صلاحیت الٰہی امانت کے محفوظ رکھنے اور اس کے منتقل کرنے کے لئے کافی نہیں بلکہ اس کی حفاظت و بقاء میں ماں کا بھی بہت سا دخل ہوتا ہے۔

بسا اوقات ہم نے دیکھا ہے کہ اگر باپ بچے پر نماز کے چھوڑنے یا کسی بد اخلاقی کی وجہ سے سرزنش کرتا ہے تو جاہل ماں اس کی طرف غصہ سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی ہے اور جونہی کہ وہ باہر جاتا ہے بچے کو گلے لگا کر اس کے ساتھ آہیں بھرتی اور اس کی دلجوئی کرنا شروع کر دیتی ہے اور اس کے منہ سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں جس سے انجان بچے کے ذہن نشین ہو جاتا ہے کہ اس کا باپ واقع میں بڑا ظالم ہے۔ نماز جیسی معمولی بات پر اس نے ایسی سختی کی۔ ہوتے ہوتے نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ ایک طرف نماز کی قدر اس کے دل سے جاتی رہتی ہے اور دوسری طرف باپ کی اطاعت کی رغبت کم ہوتے ہوتے آخر کار حقوق والدین ترک کر کے کفر الٰہی نتیجہ ہوتا ہے۔ ابتداء میں تو یہ معمولی بات نظر آتی ہوگی مگر اس کا نتیجہ اخلاق و تقویٰ کی تباہی ہو جاتی ہے بچے کی سادہ فطرت راست گوئی کی طرف مائل ہوتی ہے اور اگر اس نے کوئی نقصان کر دیا ہو تو پوچھنے پر وہ صاف کہہ دے گا کہ اس نے کیا ہے مگر یہ مائیں ہی ہوتی ہیں جو اسے سکھاتی ہیں کہ کہو میں نے نقصان نہیں کیا اور اس طرح وہ انہیں آگاہ کرتی ہیں کہ دنیا میں واقعات کے خلاف کہنا بھی کوئی شے ہے۔

جیسا کہ بیوی کے انتخاب کرنے میں خطرناک غلطیاں ہوتی ہیں ایسا ہی شوہر کے انتخاب کرنے میں بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں اور ایک نیک اور صالحہ بیوی کسی خبیث انسان کے حوالے ہو کر تباہ ہو جاتی ہے۔ ایک احمدی خاتون کی شادی اس کے والد نے غیر احمدی کے ہاں کر دی۔

اب اس کے خط آتے ہیں کہ اس کا خاوند دین سے اس قدر نفرت رکھتا ہے کہ اگر وہ اسے قرآن مجید پڑھتے پالے تو غصہ سے قرآن مجید چھین کر ایک طرف پھینک دیتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ تم یہ جادو کیا پڑھ رہی ہو اور کئی دفعہ وہ اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر اس کے پاس جاتا اور اس کا منہ ادھر ادھر پھیر کر نماز تڑوا دیتا ہے۔

یہ اور اس سے بدتر حال ان صالح خواتین کا ہوتا ہے جن کی شادی برے مردوں سے ہو جاتی ہے۔ اگر یہی صالح عورتیں صالح مردوں کی بیویاں ہوتیں تو وہ الٰہی منشاء جو اس قانون بقاء نسل سے تھا اچھی طرح پورا ہوتا اور انسان اس بار امانت سے حتی الوسع سبکدوش ہو جاتا مگر لوگ اس امر میں جلد بازی کرتے ہیں اور ان کا مقصد ظاہری حسن اور طبیعت کی ادنیٰ خواہش کو پورا کرنا ہوتا ہے اس لئے وہ ٹھوکریں کھاتے ہیں اور بدقسمتی کی موت مرتے ہیں۔

یہ یاد رکھو کہ تمہاری زندگی کی اغراض صرف تمہاری اپنی ذات تک محدود نہیں اور اگر تم میں سے کوئی علم و فضل اور اخلاق و تقویٰ اپنے اندر رکھتا ہے تو اس کا فرض ہے کہ جب تک وہ ان کی حفاظت اور بقاء کا سامان مہیا نہ کرے ہرگز ہرگز آرام اور راحت کی زندگی بسر نہ کرے۔ اس پر واجب ہے کہ وہ اس وقت تک مضطر اور بے قرار رہے جب تک وہ اس مقدس امانت کو جو مشیت الٰہی نے اس کی فطرت کو سونپی ہے بقاء کا ایک لباس نہ پہنا دے۔

فٹ بال کی کھیل میں تم دیکھتے ہو جب ایک مدمقابل کھلاڑی دوسرے کھلاڑی سے فٹ بال چھیننا چاہتا ہے تو وہ اس کو اس سے بچانے کی حتی الوسع کوشش کرتا ہے اور اس کو ایک طرف سے دوسری طرف لئے بھاگتا پھرتا ہے یہاں تک کہ وہ دیکھتا ہے کہ اس کے محفوظ رکھنے کی اب سوائے اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ وہ اس کو اپنی ہی ٹیم کے کسی ہوشیار لڑکے تک پہنچا دے جہاں وہ اس مدمقابل غنیم کی دست برد سے محفوظ رہے گا۔ ٹھیک اسی لڑکے کی طرح تمہارا حال ہونا چاہئے موت کا غنیم تم سے الٰہی امانت کو چھین کر ضائع کرنا چاہتا ہے اور پیشتر اس کے کہ وہ تم پر حملہ آور ہو اس بار امانت کو اپنی اولاد تک پہنچا دو اور جہاں تک کہ تم سے ہو سکتا ہے اس کے پہنچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے صحیح سامان اور صحیح اسباب پیدا کرو۔ خود اپنے آپ کو صالح اور متقی بناؤ اور جس سامان کو تم اختیار کرنا چاہتے ہو وہ صالح سامان ہو اور اس میں کچھ نقص ہے تو اس کی اصلاح کرو اور جو ثمرات پیدا ہوں ان کو اجتماعی مفاسد کے سبب بگڑ جانے سے بچاؤ اور ان کی تربیت جیسی کہ چاہئے کرو۔ اگر تم نے ان میں سے ایک بات میں بھی کوتاہی کی تو

یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم امانت دار نہیں کہلا سکتے۔

لوگ عموماً زوجین کے انتخاب میں جمال اور مال اور حسب و جاہ کو نصب العین رکھتے ہیں۔ مگر ہمارے آقا محمد ﷺ فرماتے ہیں۔ فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ۔ ؎۲ یعنی تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں دیندار عورت انتخاب کرو تاکہ تم اس کے ذریعے سے اس عظیم الشان امانت کو بغیر کم و کاست کے ادا کر سکو۔

دین ہی ایک ذریعہ ہے جس سے انسان پورا پورا تقویٰ حاصل کر سکتا ہے۔ اور صرف دین ہی ایک وسیلہ ہے جس سے انسان کی عقل و فکر، اس کا علم و عرفان، اس کی استعدادیں اور قابلیتیں اور اس کے اخلاق و اعمال صالحہ محفوظ رہ سکتے ہیں اور اسی کے ذریعہ وہ اپنی ذات کو ایک اعلیٰ بقاء نوع کی صورت میں منتقل کر سکتا ہے۔ اگر انسان میں دینی روح نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ نہ جمال ہے نہ مال، نہ حسب و جاہ ہے، نہ علم و فضل کسی کام کا ہے اور نہ اخلاق ہیں اور نہ ہی سعادت کی زندگی۔

مسئلہ ازدواج ایک اہم مسئلہ ہے اور اس کے متعلق صحیح انتخاب کرنا بہت مشکل امر ہے۔ انسان کا علم بہت ہی محدود ہے بلکہ ناقص ہے۔ بسا اوقات ایک شخص دوسرے شخص کے ساتھ برسوں رہتا ہے اور پھر بھی اس کا تجربہ اس کے اخلاق و اطوار کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتا۔ ہمارے آقا محمد ﷺ نے اس مشکل کو آسان کرنے کے لئے ایک راہ بتلائی ہے۔ اور وہ دعا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہر ایک نفس کے متعلق کامل علم رکھتی ہے اور کوئی شے بھی آسمان و زمین میں اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے اور وہ ذات پاک بہتر سمجھتی ہے کہ کون کون سی زوجین آپس میں مناسب اور بہتر ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ وہ ذات اس پر بھی قادر ہے کہ غلط انتخاب کے بعد بھی اپنی رحمت سے ایسے حالات پیدا کر دے جو مقصود حقیقی تک پہنچنے کے لئے محد و مددگار ہوں اس لئے رسول کریم ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم شادی سے پہلے استخارہ کر لیا کریں۔ ؎۳ یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور دردِ دل سے دعا کریں کہ وہ اپنے علم و رحمت و قدرت سے ایسی راہ کی طرف رہبری کرے جو سعادت دارین کا موجب ہو اور اپنے ہر پہلو سے برکات رکھتی ہو۔

خطبہ نکاح میں جو آیات پڑھی جاتی ہیں ان کا بھی ماحصل یہی ہے جو میں نے بیان کیا ہے چنانچہ ان میں سے اللہ تعالیٰ ایک آیت میں فرماتا ہے وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ ؎۴ یعنی

نفس کو دیکھ لینا چاہئے کہ کل کے لئے اس نے کیا سامان کیا ہے ہماری جماعت کو صرف آج ہی ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں جو کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے مسیح علیہ السلام کی دی ہوئی مقدس امانت کو اٹھائیں اور دوسروں تک پہنچائیں بلکہ آج سے زیادہ ضرورت کل کے لئے ہے۔ کل کے لئے ایسی روحیں ہونی چاہئیں جو اس امانت کو اپنے اندر محفوظ رکھ کر ایک پاکیزہ زندگی کے ثمرات پیدا کریں۔ یہ ایک ایسی عظیم الشان ضرورت ہے کہ اس کو پورا کرنے کے لئے سارے آج کو کل کے لئے قربان کردینا چاہئے[۴]۔ چاہئے کہ ہر ایک احمدی ماں باپ کو اس کی فکر ایسی دامن گیر ہو جو سب فکروں اور دھندوں کو بھلا دے۔

اسی غرض کو مد نظر رکھتے ہوئے آج میں سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے نکاح کا مہر النساء بیگم سے جو کہ مولوی امیر محمد خان صاحب کی لڑکی اور پروفیسر عطاء الرحمٰن صاحب کی ہمشیرہ ہیں ایک ہزار روپیہ مہر مقرر کر کے اعلان کرتا ہوں۔

میں بھی دعا کرتا ہوں اور سب احباب بھی دعا کریں کہ اس زواج کو خود زوجین اور ان کے اقرباء اور ساری جماعت کے لئے خدا مبارک کرے۔ آمین۔

(الفضل ۲۳۔ دسمبر ۱۹۲۰ء صفحہ ۱۱ تا ۱۴)

(نیز الحکم قادیان ۲۱۔ نومبر ۱۹۲۰ء صفحہ ۹ تا ۱۱)

۱؎ الاحزاب : ۷۳

۲؎ ترمذی ابواب النکاح باب ماجاء فی من ینکح علی ثلث خصال

۳؎ بخاری۔ کتاب الدعوات باب الدعاء عند الاستخارۃ

۴؎ الحشر: ۱۹